OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com
DOI: https://doi.org/10.53575/u20.v6.02(22)218-238

سندھ میں شادی بیاہ کی رسومات کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقاتی مطالعہ

A Research Article on Marriage Customs of Sindh in The Teaching of Islam

Muhammad Ali Shaikh
Lecturer Islamic Studies, Department of BSRS (Basic sciences & Related Studies)
The Shaikh Ayaz University Shikarpur, Sindh.

Dr. Muhammad Aslam Rajpar
Government Degree College, Thari Mirwah, Khairpur Mirs, Sindh.

Received on: 16-05-2022 Accepted on: 18-06-2022

Abstract:

Our beloved Prophet (PBUH) came as a messenger for the whole world. The Prophet (PBUH) has guided us in all matters of life and death. One of the most important human needs is marriage. Islam has stated the rules of marriage and conjugal life and has also declared it as an excellent means of worship and protection of faith. The concept of Islamic marriage is very simple. The Holy Prophet (PBUH), the Companions (peace and blessings of Allaah be upon him) and the saints and scholars (may Allaah have mercy on them all) performed this duty with simplicity and set the best example for us. The Holy Prophet (PBUH) teaches us that when someone gives you the message of marriage whose religion and morals you like, marry him (your daughter. If you do not do this, there will be strife in the land and great mischief. Alas! In modern times, we ourselves have made it difficult for a tradition like marriage with haraam customs, illegitimate restrictions and wasteful spending, which in our society has increased evils like usury, fights and hatred and revenge. Here are some of the common customs and reasons that make marriage difficult: Engagement In our society, millions of rupees is spent on exhibitions and various invitations in the name of engagement. The long list of demands in the name of dowry repeatedly makes the bridegroom indebted to millions. In addition to the extravagant expenses incurred in these ceremonies, the manner in which shame and modesty and honor are shed brings tears to the eyes of those who are in pain of religion. Therefore, every Muslim should follow the Shariah and give up all the useless and illegitimate haraam customs and traditions and perform the marriage according to the Sunnah of Holy Prophet (PBUH).

Keywords: Blessings, customs, dowry, bridegroom, ceremonies, Shariah, illegitimate, traditions, spending.

اللہ رب العزت نے جب سے انسان کو بار امانت دے کر اس زمین پر نازل کیا ہے تب سے خوشی اور غمی بھی اس کا مقدر بن کر شریک حیات رہی ہے۔ایک معینہ مدت تک انسان کو اس مٹی میں رہنا ہے، طرح طرح کے تقاضوں سے زندگی کا رشتہ جڑا ہے حالات میں تغیر کے باعث رہن سہن میں بھی تبدیلی فطرت کا حصہ ہے تو اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے نصابِ زندگی بصورت شریعت عالم انسانیت کے لیے حقیقی

معبود کی طرف سے عظیم احسان ہے تاکہ انسان اپنی مستعار حیات کے ہمہ تقاضوں کو بھی پورا کرے اور اس کا ہر عمل اس بات کی بھی غمازی کرتا ہو کہ اپنے رب کا پابند ہونا ہی حقیقی آزادی ہے۔

ایک کامل دین کی پیروی کرنے والے مسلمان کا خود ساختہ رسم و رواج کو تعلیمات دین پر فوقیت اس بات کی دلیل ہے کہ اسے نور اسلام سے کوئی شناسائی نہیں۔

عبادت و ریاضت کی جگہ رسم و رواج کی طرف بڑھتا ہوا رجحان انتہائی حساس اور خطرناک حد تک پہنچ چکا ہے۔ اپنی رسومات میں اس قدر اہتمام کہ شب بھر جاگنا معمول کی بات ہے۔ اب حالات کے دھارے اور اپنی سوچ کے زاویے تبدیل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ خوشی اور مسرت کے لمحات ہوں یا پھر مرگ و موت کی وجہ سے رنج و غم کا وقت ہو بہر صورت یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ زندگی یا مابعد زندگی کے تمام تر گوشوں کے لیے ہمارے دین میں کامل رہنمائی موجود ہے۔

بحیثیت مسلمان ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہمارا ایک دائرہ ہے اور ہمارے لیے حقیقی مالک کی طرف سے حدود مقرر ہیں جن کی پاسداری ہی بندگی کا تقاضا ہے۔ بات بات پہ یہ کہنا جب سے ہم نے آنکھ کھولی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں اور ہمارے بڑوں نے بھی ایسا کیا۔ یہ طرز اختیار کرنا کم از کم اس آدمی کو زیب نہیں دیتا جس نے کلمہ پڑھ کر ہمیشہ کے لیے اللہ تعالٰی اور اس کے رسول ﷺ کی پیروی کا دم بھرا ہو، جب ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا دین جامع اور آخری دین ہے تو پھر کہاں کی یہ انصاف پسندی ہے کہ اپنی تقریبات و رسمی امور میں اسلام کی آفاقی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر رواج کو ترجیح دی جائے۔

رسوم کی معنی:

رسوم عربی زبان کا لفظ ہے۔ رسم کی جمع ہے اس کے لغوی معنی نقش، نشان یا تحریر کے ہیں۔

لسان العرب میں رسم کی معنی اس طرح بیان کی گئی ہے

"الرسم الاثر وقيل بقية الاثر"[1]

یعنی بقایہ نشان کو رسم کہا جاتا ہے۔

"رسم الدار: ما كان من أثارها لاصقا بالارض"[2]

جس کے آثار زمین سے ملے ہوئے ہوں اسے کہا جاتا ہے رسم الدار یعنی گھر کے نشانات۔

"الرو اسم :كتب كانت في الجاهلية"[3]

جاہلیت کی لکھی گئی تحریریں۔

"رسمت الناقة ترسم رسيما، اثرت في الارض من شده وطنها"[4].

جب اونٹنی اپنے روندھنے کی وجہ سے زمین پر نشانات چھوڑ دے تو اس وقت رسمت الناقۃ کہا جاتا ہے۔

"رسم کی مجازی معنی دستور، قانون یارواج کے ہیں"[5]

رسوم کی تعریفات:

تمدن ہند کے مصنف "ڈاکٹر گستاؤلی بان" رسم کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"رسم وہ چیز ہے جو ہر ملک کی خاص حالت اور قدیم اعتقادات کی بناء پر بزور زمانہ قائم ہو جاتی ہے اور اس میں درجہ استحکام ہوتا ہے کہ وہ کسی بادشاہ کے حکم یا کسی جماعت کے غلبہ آراء سے ایک دن میں مٹ نہیں سکتی"۔[6]

مولانا محمد اسحاق سندیلوی فرماتے ہیں کہ:

"رواج کی ابتدا شخصی ہوتی ہے۔اپنی جماعت میں عظمت واقتدار رکھنے والا کوئی شخص کوئی فیصلہ کرتا ہے اور دوسرے لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں۔یہی چیز ایک آدھے نسل گزر جانے کے بعد اتباع کے بجائے رواج کی صورت اختیار کر لیتی ہے"۔[7]

علامہ شاہ اسماعیل شہیدؒ "تقویۃالایمان مع تذکیر الاخوان" میں فرماتے ہیں:

"جو چیز خواص وعوام میں رائج ہو اور لوگ برا نہ جانیں اگرچہ اس کے کرنے نہ کرنے میں ثواب وعذاب نہ جانیں،اس کے کرنے والوں کو برا نہ سمجھا جائے بلکہ نہ کرنے والوں کو برا سمجھا جائے اور لوگ ان پر تعجب کریں،خواہ وہ کام شرع کی رو سے جائز ومباح ہوں خواہ مکروہ اور حرام ہوں۔اس میں اس بات کا لحاظ نہ ہو صرف زمانے کے رواج کا لحاظ ہو تو ایسے کام کو رسم کہا جاتا ہے"۔[8]

رسوماتِ شادی بیاہ/نکاح

رشتہ بھیجنے کی رسم

نکاح زندگی کی ایک اہم ضرورت ہے اور اسلامی نقطہ نگاہ سے یہ عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔ جنسی جذبات کی تکمیل انسان اور حیوانات کی جبلت ہے۔اللہ تعالی نے انسان کو تمام مخلوقات میں چونکہ ممتاز اور نمایاں مقام عطا کیا ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس کی وہ حیثیت قائم رہے اور اس میں ایسے اعمال واخلاق نہ پائے جائیں جن سے انسانی حیثیت کو ٹھیس پہنچے،لہذا اللہ تعالی نے جنسی جذبات کی تسکین کے لئے نکاح کا باوقار طریقہ مقرر کیا ہے جو انسان کو حیوانات سے ممتاز کرتا ہے۔اسلام نے بہت سے معاشرتی،اخلاقی اور روحانی مقاصد کے پیش نظر خاندانی نظام کو بھی بہت اہمیت دی ہے،اس لیے جب سے دنیا معرض وجود میں آئی ہے مرد اور عورت رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتے آئے ہیں جس سے معاشرتی ارتقاء ہوا ہے۔

شادی بیاہ/نکاح کے متعلق مختلف معاشروں میں الگ الگ طریقے وضع کیے گئے ہیں یہاں تک کہ مسلم معاشرے بھی ان خرافات،بدعات و رسومات میں ہر آئے دن مبتلا ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے (سندھی معاشرے) میں بھی شادی بیاہ کے موقع پر متعدد رسومات ادا کی جاتی ہیں جن میں سے کچھ رسومات کو ثقافت کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کچھ کو مذہبی رنگ دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ہم یہاں پر شادی بیاہ کی ان رسومات کا ذکر کر رہے ہیں جن کا مذہب اسلام سے یا تو کوئی تعلق نہیں ہے،اگر کوئی تعلق ہے بھی تو اس میں بدعات اور

خرافات آنے کی وجہ سے وہ مذہب سے بالکل دور ہو گئی ہیں۔

رشتے کی طلبی:

جب کوئی لڑکا بڑا ہو جاتا ہے اور کمانے کے لائق ہو جاتا ہے تو اس کے والدین اس کی شادی کرانے کے لیے بڑے بے چین رہتے ہیں کہ وہ بھی عام بڑے لوگوں کی طرح بن جائے، اس لیے کہ اگر وہ اکیلا ،تنہا ہوگا تو اس کو کوئی عزت نہیں دے گا۔ سب سے پہلے رشتہ لڑکے کے دادا کے خاندان سے تلاش کیا جاتا ہے مثلاً چچا کی بیٹی یعنی چچازاد بہن ہو تو بڑے شوق سے ان سے رشتہ کرتے ہیں، اگر وہاں پر کوئی رشتہ نہیں ہوتا تو پھر ماں کے خاندان "ننھیال" سے رشتہ تلاش کرتے ہیں، اگر ننھیال میں بھی کوئی رشتہ نہیں ہوتا تو اپنے قریبی عزیزوں میں دیکھتے ہیں اور رشتے کیلئے لین دین کو ترجیح دیتے ہیں (یعنی رشتہ کرنے والے دونوں خاندان ایک دوسرے کو رشتہ دیتے ہیں یعنی ادلے کا بدلہ کرتے ہیں)، اگر ایسا ممکن نہ ہو یعنی ایک خاندان میں تو لڑکی ہے اور دوسرے خاندان میں دینے کے لیے کوئی لڑکی نہیں ہے تو پھر لڑکی کا عوض دے کر وہ رشتہ لیتے ہیں۔ عوض میں عام طور پر پیسہ دیا جاتا ہے جو لڑکی کے خاندان والے لیتے ہیں۔ اگر کوئی کنواری لڑکی میسر ہی نہیں تو کسی بیوہ سے ہی رشتہ جوڑ دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ دولہے (گھوٹ) کا نصیب اچھا ہو جائے اور اپنے رشتے داروں میں عزت ہو کے یہ بھی اب شادی شدہ ہے اور اس کو بھی کوئی لڑکی ملی ہے۔[9]

رشتہ طلب کرنے میں ان چیزون کو بہت بڑی ترجیح دی جاتی ہے۔

لڑکی میں اچھی خوبیاں، چال چلن، عادات وغیرہ کا ہونا لازمی ہو۔

وہ گھریلو ہو یعنی گھر کا کام کاج، صفائی ستھرائی، پکائی وغیرہ اچھے طریقے سے جانتی ہو۔

وہ ہاتھ کے کام کاج یعنی کپڑوں کی سلائی، کڑھائی، چادریں بنانا وغیرہ کے فن کو بخوبی جانتی ہو۔

وہ لڑکی قریبی رشتہ داروں کی ہو تو بہتر ہے۔

ایسی لڑکی ہو جو نفع نقصان، خوشی غمی وغیرہ کے موقع پر راضی ہو یعنی گھر کے حالات اگر بہتر ہیں تب بھی وہ راضی ہو اور اگر تکلیف اور غربت وغیرہ کے حالات آجائیں تب بھی راضی ہو اس پر شور شرابا نہ کرے۔

والدین اولاد کے خیر خواہ اور محسن ہوتے ہیں اس لیے رشتے کے معاملے میں ان کی رائے اور فیصلہ پر اعتماد کرنے میں ہی بہتری ہے۔ اسلام میں رشتوں کے معاملے میں کفو کا اعتبار کیا گیا ہے اور کفو کا مطلب ہے کہ مرد پیشہ، ذہن، دیانت اور مال میں بیوی کے برابر ہو۔ باقی یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ رشتہ صرف اپنے میں ہی کیا جائے اور دوسروں سے اجتناب کیا جائے۔[10]

آج کل کے زمانے میں تقریباً ہر قبیلے کے آدمی ایسی لڑکی کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں جو بالکل کم بولنے والی ہو اور کسی بھی رشتے دار سے زیادہ میل جول نہ رکھے اور اپنے شوہر کے گھر والوں کا زیادہ خیال کرے اور گھر کا مکمل کام کاج بھی کرے اور اپنی تکلیف، دکھ کسی کو نہ بتائے خاص طور پر اپنے ماں باپ کو تو بالکل بھی نہ بتائے، تو ایسی فرشتہ نما صفت عورت کو تو سب تلاش کرتے ہیں، لیکن بد قسمتی سے ایسی صفات اپنی بیٹی

کے لئے بالکل بھی پیدا نہیں کرتے اور نہ اس کی ایسی تربیت کرتے ہیں تو لہٰذا یہ منافقانہ رویہ ہمارے معاشرے میں اتنا پھیل چکا ہے جس سے نکلنا زیادہ مشکل ہوتا جارہا ہے۔

پدھری کی رسم:

دلہن کے گھر والے جب لڑکے کے گھر، خاندان، مال وغیرہ ان تمام چیزوں کو دیکھنے کے بعد رشتہ دینے پر راضی ہوتے ہیں تو لڑکے کے گھر والے مٹھائی تقسیم کرکے اس بات کو (رشتے کو پکا کرتے ہیں) اوران کے گھر سے کچھ مرد اور عورتیں آکر دلہن کے گھر میں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں او لڑکی (دلہن) کو کپڑے اور انگوٹھی وغیرہ دیتے ہیں، اور کچھ لوگ تو دلہن والوں کو کپڑوں کے جوڑے بھی دیتے ہیں اور آج کل تو اس رسم میں غیر شرعی چیزیں بھی زیادہ ہو رہی ہیں جیسے گانے بجانے، دھل دمام، مرد اور عورتوں کا اختلاط، پیسوں کا اسراف وغیرہ۔

نذرونیاز:

جس لڑکے کا رشتہ کہیں طئے نہیں ہوتا تو اس کے گھر والے کسی پیر پر جاکر منت مانتے ہیں کہ اگر رشتہ طئے پا گیا تو یہاں آکر وہ نذرانہ دیں گے یا اگر کسی لڑکے سے لڑکی کی محبت ہوتی ہے یا اس کے الٹ ہوتا ہے اور لڑکی سے رشتہ ہونے میں بڑی رکاوٹ ہوتی ہے مثلاً لڑکی کے گھر والے اس رشتے سے راضی نہیں ہوتے یا لڑکے کے گھر والے راضی نہیں ہوتے تو اس صورت میں بھی کسی پیر پر جاکر رشتہ طئے ہونے کی منت مانتے ہیں اور کام ہونے کے بعد وہ پیر کے پاس جاکر مختلف قسم کے نذرانے دیتے ہیں۔

اس طرح جب دولہے کے رشتے دار پدھری کے لیے جاتے ہیں تو یہ منت مانتے ہیں کہ بات پکی ہو جانے کے بعد یعنی (رشتہ طئے ہونے کے بعد) وہ اس پیر پر آکر نذرانہ دیں گے (منت پوری کریں گے)۔ منت ماننے کے وقت دولہے کی عورتیں یہ الفاظ کہتی ہیں کہ "سچا شاہ! تم دلہن کے

گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈال دو کہ وہ ہمیں رشتہ دیں۔ اگر وہ دلہن ہمیں ملی تو ہم چاندی کے گھنگرو، پٹ کی جھل اور ریشمی لغام کے ساتھ ایک سیاہ بھینسا بڑی بارات اور دھل دماموں کے ساتھ لے کر آئیں گے"۔[11]

نذرونیاز صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی جائز ہے باقی کسی اور کے لئے بالکل بھی جائز نہیں۔ اور نذر کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ جس کام کے ہونے پر نذر مانی جائے اور وہ کام پورا ہو جائے تو اس نذر کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے نذر مانی تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کو پورا کرنا گناہ ہوگا۔[12]

منگنی کی رسومات

منگنی، پوتی کی رسم:

یہ رسم (منگنی) پدھری کے بعد ہوتی ہے۔ رسم منگنی کو "رسم پوتی" بھی کہا جاتا ہے۔ منگنی کی معنی ہے "مانگنا" تو دولہے والے پدھری والی مانگ کو منگنی کی صورت میں مضبوط کرتے ہیں۔

منگنی کی کچھ رسومات اس طرح ہیں:

منگنی کی رسم کو بڑی دھوم دھام سے ادا کیا جاتا ہے۔ دولہے والے اپنے تمام رشتے داروں کو لے کر بارات کی صورت میں دلہن کے گھر والوں کے پاس جاتے ہیں اور دلہن پر پوتی ڈالتے ہیں اور اس کا ناک ٹوپتے ہیں اور دولہن والے دولہا کو "ملیریالونگی" ڈالتے ہیں اور اس کو "موڑا" دیا جاتا ہے۔ موڑے کے اندر یہ چیزیں ہوتی ہیں، مصری، بادام، جوہر کی ٹکیاں، الائچی وغیرہ۔

آج کل کے زمانے میں لوگ اس رسم کو شادی ہال میں یا اپنے گھر میں بڑی خوشی سے کرتے ہیں جس میں دولہا اور دلہن ایک اسٹیج پر بیٹھے ہوتے ہیں جو تمام رشتیداروں کی موجودگی میں ایک دوسرے کو انگوٹھی پہناتے ہیں۔ اور کچھ شہری علاقوں میں تو وہ دونوں ایک دوسرے کو مٹھائی یا کیک وغیرہ کھلاتے ہیں۔ دولہے والے دلہن کو ایک سونے کا سیٹ بھی دیتے ہیں اور دلہن والے دولہے کو پھولوں کے ہار پہناتے ہیں۔ اور گانے بجانے، ڈھول وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے، عورتوں اور مردوں کا بھی اختلاط ہوتا ہے اور آخر میں مٹھائی تقسیم کر کے سب کا منہ میٹھا کرایا جاتا ہے، جبکہ کچھ لوگ کھانے کا بھی اہتمام کرتے ہیں۔

کچھ قوموں میں دولہے کے گھر والوں کو دولہن والے میٹھا دودھ پلاتے ہیں۔

کچھ قبیلے والے منگنی کے وقت دلہن کا ناک ٹوپتے ہیں اور ناک ٹوپنے کے لئے عام طور پر سُئی کے اندر سیاہ دھاگا ڈالا جاتا ہے۔ اگر دولہن کا ناک پہلے سے ہی ٹوپا ہوا ہوتا ہے تو پھر رسمی طور پر اس ناک کے اندر دھاگا ڈالا جاتا ہے۔

کچھ لوگ سونے کا کوکا، ریشمی کپڑے، اور دوسرا سامان وغیرہ بھی دیتے ہیں۔ اور منگنی کے وقت عورتیں عورتوں پر اور مرد مردوں پر گلابی یا سرخ رنگ لگاتے ہیں۔ عورتیں پوری رات گانے بجانے اور ناچنے کودنے میں گزارتی ہیں پھر صبح کو بارات واپس اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاتی ہے۔[13]

یہ رسم پہلے زمانے میں تھی اور آج کچھ دیہاتوں میں موجود ہے، باقی شہروں کے اندر آج کل عام طور پر یہ رسم کچھ گھنٹوں تک محدود ہوتی ہے۔ کچھ لوگ تو منگنی اور نکاح ایک ساتھ کرتے ہیں یعنی منگنی کے بعد نکاح کرا لیتے ہیں، جبکہ اکثر لوگ منگنی اور نکاح کے درمیان کچھ دنوں، مہینوں یا سالوں کا فاصلہ کرتے ہیں۔

منگنی کے بعد عید کے موقع پر دولہے اور دلہن والے ایک دوسرے کو عید کے لیے کپڑے اور تحائف وغیرہ بھی بھیجتے رہتے ہیں، ایسا کرنا ضروری بھی سمجھا جاتا ہے۔

آج کل کے زمانے میں تو لڑکا اور لڑکی منگنی کے بعد موبائل فون پر گپ شپ کرنے میں اکثر وقت گزارتے ہیں اور کہیں تو یہ دونوں اتنے قریب آجاتے ہیں جیسے میاں بیوی بن چکے ہوں، تو بداحتیاطی کی وجہ سے بہت زیادہ جوڑوں میں نکاح سے پہلے نفرت، نااتفاقی شروع ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ منگنی ٹوٹنے کی صورت میں نکلتا ہے۔

کچھ قبیلوں میں منگنی پہلے کی جاتی ہے اور نکاح بعد میں کیا جاتا ہے، جبکہ کچھ قبیلے والے منگنی اور نکاح دونوں ایک ساتھ کرتے ہیں، اور منگنی کے وقت دولہن کو جو سامان دیا جاتا ہے وہ بھی مختلف ہوتا ہے اور ہر قبیلے کا اپنا اپنا رواج ہوتا ہے جس کے مطابق وہ لڑکی کو منگنی کے وقت سامان دیتے ہیں۔

جس لڑکی کا ناک ٹوپا ہوا ہوتا ہے اس کو دیکھ کر لوگ سمجھ جاتے ہیں کہ اس لڑکی کا رشتہ طئے کیا ہوا ہے یعنی اس کی منگنی ہو چکی ہے۔

شریعت اسلامی میں منگنی کا مطلب ہوتا ہے ایک فریق کی جانب سے دوسرے فریق کے سامنے نکاح کی تجویز رکھنا، جب فریق ثانی اس تجویز کو منظور کر لیتا ہے تو اس عمل کو منگنی کہا جاتا ہے اور اس کی حیثیت ایک وعدے کی ہوتی ہے، کسی شرعی عذر کے بغیر اسے توڑنا گناہ ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جیسے نکاح میں سادگی تھی ویسے ہی منگنی میں بھی سادگی تھی اور اس وقت منگنی حقیقی معنوں میں منگنی ہوتی تھی، کسی قسم کا لین دین یا رسم ورواج کی کوئی پابندی نہیں تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا کی بیوگی اور اختتام عدت کے بعد حضرت عثمان اور حضرت ابو بکر کے سامنے ان کے نکاح کی تجویز رکھی تھی، اس میں کسی رسم کی کوئی پابندی نہیں تھی۔

لہذا منگنی کے لیے سب کو جمع کرنا بڑی تعداد میں مردوں اور عورتوں کی حاضری اور ان کی دعوت وغیرہ کا اہتمام کرنا شرعاً غیر ضروری اور ناپسندیدہ عمل ہے۔ اور آجکل ان رسومات میں جتنی جدت آئی ہے ان کی شریعت کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں۔[14]

مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنے کتاب اسلامی شادی میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی منگنی کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

"حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں چپ آکر بیٹھ گئے اور شرم کی وجہ سے زبان نہ ہلا سکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خبر ہو گئی ہے کہ تم فاطمہ کا پیغام نکاح لے کر آئے ہو، سو مجھ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کہہ گئے ہیں اللہ تعالی کا حکم ہے کہ علیؓ سے فاطمہؓ کا نکاح کر دیا جائے۔ تو اس بات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمالیا اور منگنی ہو گئی، نہ اس میں مٹھائی کھلائی گئی، نہ کوئی مجمع ہوا وغیرہ"۔[15]

رسمِ سہرہ:

شادی سے تقریباً اکیس، پندرہ، سات، پانچ یا تین دن پہلے دولہے والے یہ رسم ادا کرتے ہیں لیکن عموماً پندرہ دن پہلے یہ رسم ادا کی جاتی ہے اور کچھ لوگ تو یہ رسم شادی سے ایک ماہ یا دو ماہ پہلے ہی ادا کر دیتے ہیں۔

اس رسم کے بعد روزانہ کی بنیاد پر دولہے والوں میں رات کے وقت خوشی کی محفلیں کی جاتی ہیں جس میں خاندان والے بڑے بزرگ اور تمام لوگ آپس میں بیٹھتے ہیں اور عورتیں سہرے گاتی ہیں اور پڑوس کی عورتیں بھی اس خوشی میں شریک ہوتی ہیں۔

یہ رسم سورج غروب ہونے کے بعد ہی ادا کی جاتی ہے اور اس موقع پر دولہے والے اپنے تمام عزیز واقارب اور پڑوسیوں کو دعوت دے کر

بلاتے ہیں اور پھر گُنگُناتے سہروں میں یہ رسم اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ خاندان میں سے سات سہاگن عورتیں چاولوں کی سات مٹھیاں بھر کر چرخے میں ڈالتی ہیں پھر چار سیدھے اور تین الٹے پھیرے دے کر وہ اٹھ جاتی ہیں۔ اس رسم کے دوران دولہے والوں کو مخصوص قسم کا رنگ لگایا جاتا ہے۔

کچھ قبیلے والے لوگ یہ رسم اس طرح بھی ادا کرتے ہیں کہ سات سہاگنیں کوئی بھی اناج لیتی ہیں اور اس کو کونڈے میں ڈالتی ہیں اور پھر سات مٹھیاں بھر کر گانے سے باندھے ہوئے کونڈے سے اس رکھے گئے اناج کو ہر ایک سہاگن کوٹتی جاتی ہے پھر اسے وہ اناج نکالتی ہے، پھر گانے کے ساتھ بندھے گئے چرخے پر بیٹھتی ہیں اور چرخے میں گانے کے ساتھ سات چھوارے بھی باندھے ہوئے ہوتے ہیں پھر وہ سات سہاگنیں اکٹھے ہو کر چرخے میں مٹھی ڈالتی ہیں، پھر ایک ہاتھ سے چرخہ چلاتی ہیں اور دوسرے ہاتھ سے ایک ایک چھوارہ نکالتی ہیں پھر پانچ سہاگنیں بغیر کسی سے بات کیے ہوئے اٹھ کر چلی جاتی ہیں اور ایک ایک چھوارہ بھی اپنے ساتھ لے کر جاتی ہیں، اگر چاہیں تو خود کھالیں ورنہ کسی چھوٹے بچے کو دے دیتی ہیں، باقی دو عورتیں کسی سے بات کیے بغیر اس پورے اناج کو پیستی ہیں اور آخر میں دولہے کی گھر والی عورتیں ان عورتوں کا منہ میٹھا کراتی ہیں۔

اس رسم میں مٹھائی تقسیم کرنے والی عورت جو کسی بڑے معزز آدمی کی بیوی ہوتی ہے اس کو بطور اعزاز کے دوپٹہ دیا جاتا ہے۔ ان رسومات کے علاوہ مختلف قبیلے والے لوگ اپنے اپنے طریقے سے بھی رسومات ادا کرتے رہتے ہیں۔[16]

سندھی معاشرے کے عام لوگوں میں یہ خیال بھی پایا جاتا ہے کہ جو دولہا اس رسم کے بعد غصہ کرے گا اور جھگڑا کرے گا تو اس کے کاج (ولیمے) میں فساد ہوگا، اس لئے دولہے کو زیادہ بولنا نہیں دیا جاتا وہ اکثر خاموش رہتا ہے۔ اس کے بعد دولہے کو عمدہ اور بہترین قسم کی چیزیں کھلائی جاتی ہیں، اس سے کوئی کام نہیں کروایا جاتا اور کھانے میں خاص طور پر کڑوی، مرچی والی چیزیں اور زرد رنگ کے کپڑے وغیرہ سے اس کو پرہیز کرائی جاتی ہے۔

شریعت کی نظر میں خوشیوں کے وقت ایسی محفلوں کو منعقد کرنا جس میں عشق و ہجر و وصال کے گیت گائے جائیں، فحش گالیوں کے گیت گائے جائیں اور ایسے بے ہودہ اشعار پڑھے جائیں جن سے نوجوان لڑکیوں کے دبے ہوئے جوش ابھر جائیں اور ان کے اخلاق اور عادات متاثر ہو جائیں تو یہ سخت ترین غلیظ عمل اور ناجائز رسم ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ:

" وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ "[17]

(کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو بیہودہ کلام خریدتے ہیں تاکہ بغیر سوجھ بوجھ کے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکادیں۔)

مذکورہ جملہ رسومات کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ صرف لوگوں کی بنائی ہوئی ہیں۔

وناہ،ونواہ کی رسم/رسمِ مائیوں:

شادی کے تتھ (تاریخ مقرر کرنے) باندھنے کے بعد وناہ کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ یہ رسم پوری سندھ کے ہر خاندان میں ادا کی جاتی ہے۔
ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ اپنی کتاب رسم ورواج اور سون ساتھ میں اس رسم کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"عام طور پر دلہن کو شادی سے سات دن یا پانچ دن پہلے ونواہ میں بٹھایا جاتا ہے۔ اگر موسم صحیح ہوتی ہے تو سات دن یا نو دن ونواہ میں بٹھایا جاتا ہے ورنہ کم دن بھی بٹھایا جاتا ہے لیکن ونواہ کرنے کی رسم لازمی ادا کی جاتی ہے"۔[18]

ونواہ کی رسم میں دولہے اور دولہن کی فقط عورتیں شریک ہوتی ہیں ونواہ والے دن دولہے کے گھر میں اس کے خاندان کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور شام کے وقت وہ تمام عورتیں ڈھول بجاکر اور سرخ رنگ کے کپڑے میں پڑِے (یعنی یہ ایک بڑی ٹوکری ہوتی ہے جس میں کچھ سامان رکھا ہوا ہوتا ہے) کو لپیٹ کر دولہن کے گھر لے جاتے ہیں اور یہ پڑِا اکثر دائیہ / حجامن عورت اپنے سر پر اٹھاتی ہے جو بارات کے درمیان میں چلتی ہے۔ جب دولہے والوں کی بارات دولہن والوں کے ہاں پہنچتی ہے تو دولہن گھونگھٹ میں بیٹھتی ہے اور ماں یا کوئی اور قریبی رشتہ دار عورت اس کو پلو دیکر بیٹھتی ہے۔

دولہے والوں سے سات سہاگن عورتیں دولہن کے مینڈھوں کو کھولتی ہیں اور دولہن کے بالوں میں تیل اور مکھن ڈالا جاتا ہے پھر اس کو تھوڑی مٹھائی کھلائی جاتی ہے اور کچھ لوگ اس کے دائیں ہاتھ میں گانا باندھتے ہیں اور آخر میں (اکھیہ) باندھا جاتا ہے۔ "اکھیہ یہ نقاب کی طرح ہوتا ہے جس سے منہ کو ڈھانپا جاتا ہے، صرف آنکھوں کی جگہوں پر دو سوراخ ہوتے ہیں جہاں سے تھوڑا سا دیکھا جاسکتا ہے" تو یہ اکھیہ سرخ ریشمی کپڑے سے بنایا جاتا ہے، کچھ لوگ سادہ بنادیتے ہیں اور کچھ لوگ آرائستہ کرکے اس کو بناتے ہیں۔

اکھیہ باندھنے کے بعد دولھن کو اپنے گھر کے دائیں کونے میں بٹھایا جاتا ہے اور اس جگہ پر ایک کپڑا یا بڑی چادر لٹکائی جاتی ہے اس لئے کہ کسی دوسرے آدمی کی اس پر نظر نہ پڑے۔[19]

وناہ میں دولہن کو روزانہ ابٹن لگائی جاتی ہے۔ آٹا اور تیل ملا کر ابٹن بنائی جاتی ہے۔ عام طور پر صبح اور شام ابٹن لگائی جاتی ہے جبکہ کچھ لوگ صرف ایک ہی مرتبہ ابٹن لگاتے ہیں۔

وناہ کی رسم کے لیے دولہا کے گھر سے آٹا، گیھ، چھوارے، تیل، پھول، مصری اور ناریل بطور رسم کے ایک ٹوکری میں ڈال کر اور اس کو سجا کر دولہن کے گھر لے جاتے ہیں۔

دلہن سے ونواہ کے دوران گھر کا کوئی کام نہیں لیا جاتا، اور وہ دوسروں سے زیادہ بات بھی نہیں کرتی اور دلہن کو خاص خوراک خاص طریقے سے دیسی گھی، گڑ، چینی وغیرہ سے تیار کرکے کھلائی جاتی ہے اور اس کے جسم کو خاص تیار کردہ گوندھے ہوئے آٹے سے مالش کی جاتی ہے۔ دولہن کے لیے کوئی خاص حلوا تیار کرکے سات سہاگنیں جن کو نرینہ اولاد ہوتی ہے ایک ایک لقمہ دولہن کے منہ میں ڈالتی ہیں۔ اس رسم کا یہ مقصد لیا جاتا ہے کہ دولہن بھی ان سات سہاگنوں کی طرح سہاگن ہوگی اور اس کو بھی نرینہ اولاد پیدا ہوگی۔

دلہن کو مایوں بٹھانا ایک معاشرتی رسم ہے۔ اگر اس میں شریعت کے خلاف باتیں شامل نہ ہوں تو یہ رسم جائز ہوسکتی ہے مثلاً بے پردگی، گانا بجانا، مرد اور عورتوں کا اختلاط وغیرہ۔ باقی اس میں غیر ضروری قیودات لگا کر عورت کو مجبور کرنا اور قید کرنا اس کے ساتھ صریح زیادتی ہے۔

تیل مہندی کی رسم

رسم مہندی:

شادی کی رات سے ایک رات پہلے دولہا کے گھر سے دولہن کے لیے مہندی کا تھال بھیجا جاتا ہے جو بہت سجا ہوا ہوتا ہے اور اس کے درمیان میں موم بتیاں یا آٹے سے بنا ہوا چراغ جلتا رہتا ہے۔ دولہن کو ایک چوکی پر بٹھا کر سات سہاگنیں اس کو مہندی لگاتی ہیں۔ دولہن کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں، ہتھیلیوں، تلووں، اور ہاتھوں کی پشت پر بہت خوبصورت طریقے سے مہندی لگائی جاتی ہے۔ دولہن کے لیے دولہا کے گھر سے جو چیزیں آتی ہیں ان کی نمائش بھی بعض لوگ مہندی لگانے کی رسم کے بعد کرتے ہیں۔[20]

پہلے زمانے میں ثابت مہندی لے کر اس کو پیسا تے تھے لیکن آج کل کے زمانے میں پیسی ہوئی مہندی بازار سے لے کر اس کو ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس مہدی کو پیتل کی تھالی میں رکھتے ہیں اور اس کی حفاظت کے لیے کچھ قریبی لڑکیوں کو اس مہندی کے پاس بٹھایا جاتا ہے تاکہ کوئی دشمن عورت اس مہندی میں تعویذ وغیرہ کے ذریعے کوئی نقصان نہ کرسکے۔

دولہے کو جس چارپائی پر بٹھا کر مہندی لگائی جاتی ہے وہ مشرق اور مغرب کی طرف رکھتے ہیں۔ چارپائی کا پاؤں والا حصہ مشرق کی طرف کرتے ہیں اور اچھا سا بستر بچھا کر دولہے کو اس طرح بٹھاتے ہیں کہ اس کا منہ مغرب کی طرف ہو جائے۔ پہلے پہلے مہندی دولہے کے دائیں ہاتھ پر پھر بائیں ہاتھ پر لگاتے ہیں اسی طرح پہلے دائیں پاؤں پر پھر بائیں پاؤں پر لگاتے ہیں۔

دولہا اگر بڑی عمر کا ہوتا ہے تو پھر اس کی داڑھی پر بھی مہندی لگائی جاتی ہے، اور اکثر دولہے کی بہنیں اور قریبی سہاگنیں اس کو مہندی لگاتی ہیں۔ عام طور پر عشاء کے وقت دولہے کو مہندی لگائی جاتی ہے اور صبح کے وقت مہندی اتار کر بڑی حفاظت کے ساتھ اس مہندی کو کسی کنویں یا بہتے ہوئے پانی میں پھینکا جاتا ہے۔[21]

دراصل مہندی لگانا عورتوں کا کام ہے اور عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر اللہ تعالی نے لعنت فرمائی ہے۔ اور سونے کی انگوٹھی بھی مردوں کے لیے حرام ہے، لہذا ایسی چیزوں سے احتیاط کرنا لازمی ہے[22]

گانا باندھنا:

کچھ لوگ دولہے کو مہندی سے پہلے گانا باندھنے کی رسم ادا کرتے ہیں جبکہ عام طور پر مہندی کے بعد یہ رسم ادا کی جاتی ہے۔ گانا اکثر طور پر مرشد کے ہاتھوں بندھوایا جاتا ہے، اگر مرشد نہ ہو تو پھر کسی معزز آدمی سے یہ رسم ادا کرائی جاتی ہے۔ گانا دولہے کے بائیں ہاتھ کی کلائی میں باندھا جاتا ہے اور کچھ لوگ گانے کے ساتھ ساتھ دولہے کو موڑ بھی پہناتے ہیں۔

شادی کے تین دن بعد اس گانے کو اتارا جاتا ہے اور اس موقع پر کوئی میٹھی چیز بھی تقسیم کی جاتی ہے اور گانے کو کنویں میں پھینکا جاتا ہے اس لیے

کہ جیسے گانا کنویں کے پانی میں پڑا رہے گا ویسے دولہا اور دلہن بھی آپس میں خوش، راضی رہیں گے۔[23]

سندھی معاشرے میں گانا باندھنا یہ دولہے ہونے کی نشانی تصور کیا جاتا ہے۔ اور عام طور پر یہ دولہے کی بہن اپنے بھائی (دولہے) کو پہناتی ہے تاکہ دولہا اپنے گھر والوں کے ساتھ بندھا رہے۔

رسمِ نکاح، جہیز، دعوتِ ولیمہ

معاشرتی زندگی میں نکاح کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ شریعت اسلامی نے انسانی فطرت کا خیال رکھتے ہوئے نکاح کو مرد اور عورت کے درمیان انجام پانے والا قابل احترام عقد اور معاہدہ قرار دیا ہے۔

اسلام رشتہ نکاح کو چونکہ پائیدار اور مستحکم دیکھنا چاہتا ہے اس لیے اس نے نکاح کے ساتھ ایسی شرطیں عائد کی ہیں جن کے نتیجے میں رشتہ نکاح دائمی رفاقت کی شکل اختیار کرے جس میں میاں بیوی کے عائلی حقوق کا پورا پورا تحفظ ہو سکے۔

اسلام میں نکاح کا فریضہ اور شادی کی تقریب بہت سادہ اور مختصر ہے، اس کو زندگی کے ایک فریضہ اور عبادت کی حیثیت سے ادا کیا جانا چاہئے۔ عصر حاضر میں نکاح کے اندر ایسی ایسی رسومات کو لازم بنایا گیا ہے جن کا شریعت اسلامی سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے اور ان پر بے ضرورت لوازمات اختیار کرنے کی وجہ سے تقریباہر شخص ایک اضطراب و پریشانی میں مبتلا ہے، مگر ہر شخص ان تکلیفوں کو خوشی سے برداشت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اپنی حیثیت کو معاشرے میں برقرار رکھ سکیں۔

ہم یہاں پر چند ایسی مشہور رسومات کو ذکر کرتے ہیں جو سندھ کے اندر بڑی شدومد سے رائج ہیں، اور ان نام نہاد رسومات کے شکنجے میں تقریباہر آدمی جکڑا ہوا ہے اور ان رسومات سے باہر نکلنا صرف اسلامی تعلیمات کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

بارات:

نکاح ہمیشہ لڑکی کے گھر میں ہوتا ہے اور لڑکے والے بارات لے کر آتے ہیں اور بارات کے ساتھ گانے بجانے کے لیے میراثی بھی ہوتے ہیں۔ اور آج کل تو بارات میں زیادہ لوگوں کو جمع کرنے کا رواج ہو چکا ہے تاکہ دولہے والوں کی معاشرے کے اندر ایک بہت بڑی حیثیت ظاہر ہو جائے۔ بارات میں سینکڑوں غیر محرم مرد اور عورتیں ہوتے ہیں، پھر گانے بجانے، گنگناتے سہروں میں دولہن کے گھر کی طرف قافلوں کی صورت میں جاتے ہیں۔ اور اس میں اللہ تعالی کے احکامات کی کھلی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں۔ جیسے گانا بجانا، بے پردگی کا ہونا، پیسوں کا اسراف کرنا وغیرہ۔

جب بارات دولہن کے گھر پہنچ جاتی ہے تو دولہن کو سرخ رنگ (عروسی جوڑا) پہنایا جاتا ہے اور خوب سینگار کر کے اسے زیورات سے سجایا جاتا ہے۔ دولہن کو نتھ اور جھومر پہنانا تو لازمی خیال کیا جاتا ہے اور نتھ کو سہاگ کی علامت بھی سمجھا جاتا ہے۔ پھر سجنے دھجنے کے بعد دولہن کو سیج پر بٹھایا جاتا ہے۔[24]

آج کل تقریباہر معاشرے کے اندر شہروں میں شادی بیاہ کا انتظام شادی ہالوں میں ہوتا ہے، اور خوبصورت شادی ہال بنائے گئے ہیں۔ وہاں پر

ایک اسٹیج بھی بنائی جاتی ہے جسے بڑا مزین کیا جاتا ہے، وہاں پر دولہے اور دولہن اور ان کے گھر والے بیٹھتے ہیں پھر وہاں پر شادی بیاہ کی تمام رسومات ادا کی جاتی ہیں، یہاں تک کہ ولیمہ بھی ان شادی ہالوں میں ہی کیا جاتا ہے۔

بارات کی اسلام میں کوئی اصل نہیں لہذا مصلحت وضرورت کے مطابق آدمیوں کو لے جایا جاسکتا ہے، اگر وہ دور کے مہمان ہیں تو ان کو کھانا کھلانے میں بھی کوئی حرج نہیں، باقی لڑکی والوں کی طرف سے ضیافت اور عام دعوت مسنون نہیں ہے۔[25]

رسم نکاح:

عورتیں دلہن کو سجاتی ہیں اور باہر مردوں کی محفل میں دلہا کو شادی کا جوڑا پہنایا جاتا ہے۔ دولہا کے جوڑے میں پگڑی اور سہرا ہونا ضروری ہے۔ حق مہر کا فیصلہ کرنے کے بعد ایجاب وقبول کی رسم ہوتی ہے۔ جب لڑکی سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ خود جواب نہیں دیتی بلکہ لڑکی کی طرف سے اس کی ماں جواب دیتی ہے۔ پھر نکاح پڑھا جاتا ہے۔

نکاح پڑھانے کے وقت مختلف چیزوں کے تقسیم کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے جیسے چھوارے تقسیم کرنا، مٹھائی تقسیم کرنا وغیرہ۔ کچھ لوگ تو ایک چھوٹی سی دعوت کا اہتمام کرتے ہیں اور اس کو لازمی جزء سمجھتے ہیں۔ نکاح کے بابرکت موقع پر تصویریں نکالی جاتی ہیں اور ویڈیوز بھی بنائے جاتے ہیں۔

کچھ لوگ پابندی کے ساتھ مسجد میں نکاح پڑھانے کا اہتمام کرتے ہیں جبکہ اکثر لوگ شادی ہال کے اندر ہی نکاح پڑہانے کا اہتمام کرتے ہیں۔

نکاح پڑھجانے کے بعد ناچ، گانے بجانے کا بڑا شور وزور ہوتا ہے۔

رسم لاؤن:

نکاح کے بعد دولہا کو دلہن کے پاس لے جاتے ہیں۔ دولہا دلہن کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کرتا ہے۔ اس کے چند قریبی رشتے دار بھی وہاں ہوتے ہیں۔ دلہن جس سیج یا سٹیج پر بیٹھتی ہے وہاں دولہا کو بھی بٹھادیا جاتا ہے۔ دولہا دلہن دونوں آمنے سامنے بیٹھ جاتے ہیں اور آہستہ تین مرتبہ ان کا سر آپس میں ٹکرایا جاتا ہے۔ اور کچھ لوگ پانچ مرتبہ سر ٹکراتے ہیں اور کچھ سات مرتبہ بھی سر ٹکراتے ہیں۔ عام طور پر دولہا کا سر اوپر اور دلہن کا نیچے رکھا جاتا ہے۔ بعض دفعہ مذاق میں دونوں کے سر زور سے ٹکرادیے جاتے ہیں، لیکن یہ موقع خوشی کا ہوتا ہے اس لئے کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ اس رسم کو "لاؤں" کہا جاتا ہے۔[26]

سہرا باندھنے کی رسم:

پھولوں یا موتیوں کی وہ لڑی جو دولہے کے چہرے پر لٹکائی جاتی ہے اس کو سہرا کہا جاتا ہے۔ آجکل پھولوں کے علاوہ دوسری چیزوں کا بھی سہرا پہنایا جاتا ہے۔ سہرا باندھنا دولہا بننے کی نشانی تصور کیا جاتا ہے اور اس کو لازمی اور ضروری بھی سمجھا جاتا ہے۔ بعض روایات کے مطابق یہ رسم سب سے پہلے ایران کے آتش پرستوں نے ایجاد کی تھی آتش پرست اس کو پنجہء آفتاب کہتے ہیں کیونکہ وہ ایسا تصور کرتے ہیں کہ جب دولہا بہترین لباس پہن کر سہرا سر پر سجاتا ہے تو اس کا چہرہ سورج کی روشنی کی طرح چمک اٹھتا ہے۔[27]

سہرا باندھنے کے بعد پھر دولہا کو ہار پہنائے جاتے ہیں اور ان کا وزن اتنا بھاری ہو جاتا ہے کہ دولہا کا سانس گھٹنے لگتا ہے اور اسے مجبوراہار گلے سے اتارنے پڑتے ہیں۔ پھر دولہے کے ماں باپ کو بھی ہار پہنائے جاتے ہیں اور اس کو بھی لازمی جزء سمجھا جاتا ہے۔

شریعت میں اس رسم کا کوئی وجود نہیں ہے، یہ رسم ہندوانی ہے اور ہندؤوں کو دیکھ کر مسلمانوں نے اپنائی ہے، لھذاایسی بیہودہ رسم سے بچنا لازم ہے۔[28]

جوتاچھپائی کی رسم:

اس رسم میں دلہن والوں کی طرف سے جوان لڑکیاں خاص طور پر سالیاں دولہے کے جوتے چھپادیتی ہیں اور پھر دولہاان سے جوتے مانگتا ہے تو وہ دلہے کے ساتھ ہنسی مذاق اور بے تکلفی کا مظاہرہ کرنے کے علاوہ منہ مانگی رقم کا مطالبہ بھی کرتی ہیں جس سے پورا کیے بغیر جوتے واپس نہیں ملتے۔

یہ رسم بہت ہی قبیح اور قابل ترک ہے۔ اس میں بہت زیادہ مفاسد واضح طور پر پائے جاتے ہیں۔ مثلا: نامحرم (سالی) سے ہنسی مذاق کرنا جو شرعاناجائزاور حرام ہے، جبراپیسے وصول کرنا، کسی کی دلی رضامندی کے بغیراس کے پیسے استعمال کرنایہ بھی شرعاناجائزہے وغیرہ وغیرہ۔

دودھ پلائی کی رسم:

اس رسم کا طریقہ کار یہ ہوتاہے کہ دولہے کو نامحرم خواتین کے مجمع میں بلایاجاتاہے، عام طور پراس موقع پراس کے دوست بھی اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ پھر کوئی نامحرم لڑکی خاص طور پر سالی اپنی دوسری رشتہ دار عورتوں کے ساتھ آکر دلہے کو دودھ کا گلاس دیتی ہیں۔ اور پھر ہلہ گلہ ہوتاہے۔ دولہااوراس کے دوست نامحرم لڑکیوں کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کرتے ہیں، پھر دولہے سے دودھ پلائی (یعنی رقم) کا مطالبہ کیاجاتا ہے۔اس کے علاوہ بھی بہت سی بے ہودگیاں ہوتی ہیں۔

اور بعض خاندانوں میں دودھ پلائی کی رسم اداکرنے والی عورتیں اس وقت تک بارات کو رخصت نہیں ہونے دیتیں جب تک دولہاان کوپیسے نہ دے۔

دراصل یہ رسم بھی ہندوؤں اور غیر مسلموں کی ایک رسم ہے جو بہت سارے گناہوں کا مجموعہ ہے،اور مسلمانوں کے معاشرے میں رواج پا گئی ہے۔اس رسم کا قرآن وسنت اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔اس رسم کے اداکرنے میں کفار سے مشابہت لازم آتی ہے جس کی احادیث مبارکہ میں سخت ممانعت آئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من تشبه بقوم فهو منهم"[29]

(جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گاتووہ کل قیامت کے دن انہی میں سے ہوگا)۔

دولہااوردلہن کاآئینہ میں دیکھنے کی رسم:

لاؤں کے بعد ایک آئینہ رکھا جاتا ہے اور اس میں دولہا اور دلہن دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور اس کے بعد ایک گلاس میں دودھ لایا جاتا ہے جو پہلے دلہا اور پھر دلہن کو پلایا جاتا ہے۔اس رسم کے اندر بھی غیر محرم عورتوں کا مردوں کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے اور دولہا اور اس کے ساتھیوں سے ہنسی مذاق اور ہلہ گلہ وغیرہ ہوتا ہے جو شرعاً کسی بھی طریقے سے جائز نہیں ہے۔

شادی کے دن دولہا کی ماں خوب ٹھاٹ کرتی ہے لیکن دلہن کی ماں بہت سادہ کپڑے پہنتی ہے۔

رسمِ دعوت ور خصتی:

شادی کی رات دولہا دلہن ہی کے گھر میں گزارتا ہے۔سب رسمیں ادا ہو جانے کے بعد دولہا اور دلہن کو تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے اور ان کی سیج کے قریب قرآن پاک، جائے نماز اور دودھ کا لوٹا رکھ دیا جاتا ہے۔دلہا کے قریبی رشتہ دار بھی ایک دن اور دلہن کے گھر میں بطور مہمان رہتے ہیں اور دوسرے دن اسی گھر میں دولہا کی طرف سے دعوت کی جاتی ہے۔بعض لوگ صبح کے وقت ہی دولہن کو رخصت کرا لیتے ہیں اور دولہا کی طرف سے دعوت خود اس کے گھر میں ہوتی ہے۔

آج کل کے وقت میں عام طور پر شادی کی رات دلہن کو قرآن پاک کے سائے میں رخصت کیا جاتا ہے،یعنی قرآن اوپر اٹھایا جاتا ہے اور اس کے نیچے دلہن کو گزارا جاتا ہے اور پھر اُس کو دولہا کے گھر بڑے شان وشوکت کے ساتھ لایا جاتا ہے ان کے ساتھ اس کی ماں یا اس کی بڑی بہن خاص طور پر شادی شدہ بہن ساتھ ہوتی ہے اور وہاں پر دلہا اور دلہن کو تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے۔پھر صبح کے وقت دولہا کے گھر والی عورتیں اور ان کی قریبی رشتہ دار عورتیں منہ دکھائی کی رسم ادا کرتی ہیں جس میں دلہن کو کچھ نہ کچھ پیسہ دیا جاتا ہے۔

پھر دولہا دلہن کو لے کر دلہن کے گھر جاتا ہے اور وہاں دولہا کے لیے خاص دعوت کا انتظام کیا جاتا ہے۔دولہا اگر اسی شہر کا ہوتا ہے تو پھر رات کے وقت دلہن کو لے کر اپنے گھر واپس آجاتا ہے اور اگر تھوڑا دور کا ہوتا ہے یا کسی اور شہر کا ہوتا ہے تو پھر دولہا اسی رات وہاں دلہن کے گھر میں شادی کی دوسری رات گزارتا ہے۔اسی رسم کو "ستاوڑہ" کہا جاتا ہے۔

منہ دکھائی کی رسم:

دلہن کو جب گھر میں لایا جاتا ہے تو پھر وہاں پر منہ دکھائی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔سب سے پہلے ساس یا خاندان کی سب سے بڑی عورت دلہن کا منہ دیکھتی ہے اور کوئی چیز یا پیسہ وغیرہ منہ دکھائی میں دیتی ہیں پھر اور قریبی رشتہ دار عورتیں اس کا منہ دیکھتی ہیں۔اگر کسی کے پاس کچھ نہیں ہوتا دینے کے لئے تو وہ دلہن کا منہ ہرگز نہیں دیکھ سکتی۔اس رسم کو بھی لازمی جزء قرار دیا گیا ہے جو کہ شریعت کے حدود سے صراحتاً زیادتی ہے۔[30]

قرآن سے شادی کر دینے کی رسم:

دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم ورواج اور پاکستانی معاشرہ کے مصنف گلریز محمود اپنے کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

"نوابشاہ کے گردونواح میں دادو، سانگھڑ، تھر، مورو، بدین اور میرپور خاص کے علاقوں میں ذات پات کی تفریق بہت زیادہ ہے۔سندھ کے

وڈیرے اپنی جائیداد کی تقسیم کو بہت برا سمجھتے ہیں۔ وہ ذات اور برادری کے باہر شادی نہیں کرتے۔ سیدوں میں اس بات کا خاص طور پر بہت خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ لوگ دوسری ذات میں لڑکی کو بیاہ دینا بدترین جرم تصور کرتے ہیں۔ جائیداد کو تقسیم سے بچانے کے لیے باپ اپنے بھتیجوں یا بھانجوں کے ساتھ بیٹی کی شادی کرنے کو ترجیح دیتا ہے چاہے وہ رشتہ بالکل بے جوڑ ہی کیوں نہ ہو۔ کئی مرتبہ لڑکی کی شادی کسی بڑے آدمی یا بلکل نابالغ لڑکے سے کردی جاتی ہے۔ اگر لڑکی کو ایسے رشتے قابل قبول نہ ہوں تو سیدوں میں ایک حیرت انگیز رسم یہ ہے کہ اس کی شادی قرآن سے کردی جاتی ہے۔ اور اگر وہ ایسا کرنے پر بھی تیار نہ ہو تو جان سے مار دی جاتی ہے۔

قرآن سے شادی کرنے کے لیے باقاعدہ پورے خاندان کو مدعو کیا جاتا ہے، اور اس لڑکی کو "بی بی پاک دامن "کا نام دیا جاتا ہے۔ لڑکی کو نہلا کر اور اچھے کپڑے پہنائے جاتے ہیں۔ لڑکی کا باپ یا بھائی یا کوئی اور بزرگ قرآن لے کر آتا ہے اور اس کے ہاتھ میں قرآن دینے کے بعد کہتا ہے کہ تمہاری شادی اس سے ہو گئی ہے اور اب تم اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرو۔ وہ لڑکی پیرنی بن جاتی ہے اور خاندان اور علاقے کے لوگ اسے دم ودرود کرواتے ہیں اور تعویذ وغیرہ لیتے ہیں۔ ان عورتوں کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور جن خاندانوں میں زیادہ لڑکیاں قرآن سے بیاہی گئی ہوں اسے بہت معزز سمجھا جاتا ہے۔"[31]

اسلام میں قرآن کے ساتھ نکاح کرانے کی رسم کی کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ خالص بیہودہ رسم ہے۔ اور بغیر شرعی عذر کے لڑکیوں کی شادی نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔[32]

لڑکیوں کا تبادلہ کرنے کا رواج یا وٹہ سٹہ کرنے کی رسم:

دوسرے معاشروں کی طرح سندھ میں بھی شادی کے لیے لڑکیوں کا تبادلہ کرنے کا طریقہ جاری ہے۔ ایک خاندان کی لڑکیاں دوسرے خاندان کی لڑکیوں سے بدلی جاتی ہیں، اور ایک لڑکی لے کر دوسری لڑکی دی جاتی ہے۔ جو لوگ لڑکی کے بدلے میں لڑکی نہیں دے سکتے ان کو شادی کرنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے اور کسی لڑکی سے شادی کرنے کے لیے نقد رقم دینا پڑتا ہے، اور اس نقد رقم کا تعین لڑکے اور لڑکی کی ذات، عمر اور دوسری خصوصیات کو ملحوظ رکھ کر کیا جاتا ہے۔ ذات، عمر اور صورت وشکل کے اعتبار سے لڑکی کی قیمت کم یا زیادہ ہوتی ہے۔

اور جس لڑکے کی شادی کرنے کے لیے تبادلے میں لڑکی نہیں دی جاسکتی وہ قیمت ادا کرکے شادی کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ پیسے لے کر لڑکی دینا اخلاق، شریعت اور قانون کے اعتبار سے مکروہ فعل ہے۔ اسلام نے لڑکی کے نکاح کے لیے اس کی اجازت کو لازمی قرار تو دیا ہے جبکہ پیسے لے کر شادی کرنے میں کسی طرح کی اجازت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔

اگر لڑکی کے والدین غریب ہوں اور نکاح میں اعانت کے طور پر لڑکے والے ان کی کچھ مدد کرنا چاہیں تو اس بات میں کوئی حرج نہیں، ورنہ نکاح میں صرف مہر لینا جائز اور درست ہے، اس کے علاوہ کسی بھی قسم کی رقم لینا درست نہیں۔[33]

اس تبادلہ کے رشتوں میں بہت بڑی خرابی یہ ہوتی ہے کہ جب خدانخواستہ ایک رشتہ ختم ہو جاتا ہے تو پھر دوسرے خاندان والے عوض والی لڑکی کو بھی طلاق دے کر اس سے رشتہ ختم کر لیتے ہیں اگرچہ ان کو اولاد ہی کیوں نہ ہو جس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔

جہیز کی رسم:

ہمارے آباء واجداد نے ہندوؤں کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارنے کی وجہ سے ہندو معاشرے کی بہت سی رسوم وروایات کو غیر شعوری طور پر اپنالیا ہے جن میں سے ایک خوفناک رسم "جہیز" بھی ہے جسے ہندو "کنیادان" سے تعبیر کرتے ہیں۔اس رسم کے معاشرتی، دینی اور اخلاقی اعتبار سے بیشمار نقصانات ہیں پھر بھی مجال ہے کہ لوگ ان چیزوں سے بچنے کی کوشش کریں۔

سامان جہیز کی عدم دستیابی کی وجہ سے لڑکیوں کو بڑی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے ہاں جہیز کے بارے میں لوگ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔کچھ لوگوں نے جہیز کو شادی کا بنیادی حصہ قرار دے رکھا ہے اور حلال و حرام کی تمیز کیے بغیر ہر طرح سے جہیز کا سامان جمع کرنے کو اولین فرض تصور کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ معاشرتی خرابیاں اور بگاڑ کی وجہ سے جہیز کو لعنت اور حرام وغیرہ جیسے القابات سے تعبیر کرتے ہیں۔

جہیز دراصل عربی زبان کا لفظ ہے اس کی معنی ہے تیار کرنا، انتظام کرنا یعنی سفر کا سامان تیار کرنا یا کفن ودفن کا سامان تیار کرنا، جہیز کا سامان تیار کرنا۔اس کی تائید قرآن وحدیث سے بھی ہوتی ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ

" وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ "[34]

۔(جس نے ان کے لئے ان کا سامان تیار کیا)

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من جهز غازيا فى سبيل الله فقد غزا "[35]

(جس نے کسی مجاہد کو ساز وسامان تیار کرکے دیا اس نے گویا خود جہاد میں حصہ لیا)

سید سابق نے جہیز کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے کہ :

" الجهاز هو الاثاث الذى تعده الزوجه هى واهلها ليكون معها فى البيت اذا دخل بها الزوج "[36]

(جہاز (جہیز) وہ سامان ہے جسے عورت خود اور اس کے ورثاء تیار کرتے ہیں تاکہ جب وہ بیاہ کر کہ خاوند کے گھر جائے تو یہ سامان اس کے ساتھ ہو)۔

عرف عام میں جہیز اس سامان کو کہا جاتا ہے جو لڑکی کو نکاح میں اس کے ماں باپ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔جہیز دینے کی رسم پرانے زمانے سے چلی آرہی ہے، ہر ملک اور ہر علاقے میں جہیز مختلف صورتوں میں دیا جاتا ہے۔لیکن عام طور پر زیورات کپڑوں، نقدی اور روزانہ استعمال کے برتنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں میں یہ رسم ہندو اثرات کی وجہ سے داخل ہوئی جو کہ لعنت کی شکل اختیار کر چکی ہے۔اور آج بھی اس فرسودہ رسم کی وجہ سے بہت زیادہ جوان لڑکیاں اپنے گھروں میں شادی کی امیدیں دل میں بساتے ہوئے بوڑھی ہو

چکی ہیں۔

امیر والدین اپنی عزت، نام اور شان و شوکت کو بڑھانے کا ذریعہ سمجھ کر زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی میں غریب اور متوسط طبقہ کے لوگ زیادہ سے زیادہ جہیز دینے کے لئے مقروض ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ سود پر قرضہ لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں جو پوری زندگی ان کے لیے درد سر رہتا ہے اور مرتے دم تک بھی وہ قرض ختم ہونے کا نام نہیں لیتا۔

رسمِ ولیمہ:

ولیمے کی لغوی معنٰی میلاپ کی ہے۔ ولیمہ کا مطلب ہوتا ہے شادی کی خوشی کا کھانا یعنی شادی کے دوسرے دن لڑکے کی طرف سے دوست احباب عزیز واقارب کو کھانے پر مدعو کیا جاتا ہے اسے ولیمہ کہتے ہیں۔ چونکہ میاں بیوی کے پہلی بار ملاپ کے بعد یہ دعوت دی جاتی ہے اس لیے اس دعوت کا نام ولیمہ رکھا گیا ہے۔

"وقال عیاض فی المشارق: الولیمۃ بعام ا لنکاح/خاص بطعام الدخول"[37]

اسے بعام العروس بھی کہا جاتا ہے۔

ولیمہ عربوں کے معاشرے کی ایک تہذیبی و تمدنی روایت ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی دینی و مذہبی روایت بھی تھی۔ ولیمہ تمام انبیاء کرامؑ کی سنت نکاح بھی رہی ہے اور اسی اعتبار سے اس کی سماجی حیثیت سے اس کی دینی حیثیت زیادہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ولیمہ کو ایک سنت موکدہ کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی کہ نہ صرف آپ نے اپنی تمام شادیوں میں اپنی جانب سے ولیمے کا کھانا کھلایا بلکہ صحابہ کرام کو بھی برابر حکم فرمایا کہ ولیمہ کیا کریں اور انہوں نے تعمیل بھی کی۔[38]

دراصل ولیمے کا اسلامی مقصد یہ ہے کہ معاشرتی رفت و تعاون بڑھ جائے اور باہمی محبت قائم ہو جائے اور غرباء کو دعوت میں لازمی مدعو کرنے سے معاشرے کے غرباء کو بھی زندگی کے دھارے میں شریک کرنے کا ایک موقع ملے لیکن ہمارے معاشرے میں خاص طور پر شہروں کے اندر بڑے بڑے لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے اور الگ جگہ کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے اور ان کے لئے بہت زیادہ کھانے کی چیزیں تیار کر کے ان کی خاص تواضع کی جاتی ہے اور باقی لوگوں کو عام آدمیوں کی طرح کھلایا جاتا ہے۔ اور یہ رسم بھی بہت واضح ہے کہ ولیمے کے اندر حساب کتاب برابر کیا جاتا ہے جو رشتہ دار یا دوست جتنا پیسہ دیتا ہے قرض سمجھ کر اس کو واپس کیا جاتا ہے مثال کے طور پر اگر کوئی پانچ سو روپیہ دیتا ہے تو اس کے ولیمے میں بھی اس کو صرف پانچ سو روپے ہی دیے جاتے ہیں یعنی ولیمے میں خوشی کا اظہار کرنا چاہیے لیکن یہاں پر لوگ صرف ایک دوسرے کے قرض چکانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ آج کل کے ولیمے کے اندر ناچ گانے کا بھی بڑا خوب انتظام ہوتا ہے، بڑے بڑے شادی ہال کے اندر بڑے بڑے ولیمے کیے جاتے ہیں صرف مقصد ہوتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اپنا اسٹیٹس چمکانے کے لیے۔ آج کل یہ طریقہ بھی زیادہ ہو چکا ہے کہ شادی کرنے سے یعنی نکاح کرنے سے پہلے پہلے ولیمہ کر دیتے ہیں جبکہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد یعنی شب زفاف کے بعد ولیمہ کرنا چاہیے۔

ولیمے میں یہ چیز بھی بہت واضح طریقے سے دیکھی جاتی ہے کہ اگر ایک آدمی کو مدعو کیا جاتا ہے تو وہ اپنے ساتھ تین چار بندے لے کر آتا ہے وہ یہ عمل اس لیئے کرتا ہے کہ اس کے ولیمے میں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

ولیمہ کرنے میں بہت زیادہ اسراف بھی کیا جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے غریب ہوں یا امیر ہوں دیندار ہوں یا دنیادار ہوں بس ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کے چکر میں لگے ہوئے ہیں یہاں تک کہ غریب آدمی بھی بڑے قرضے اٹھا کر بڑے ولیمہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کے ہمارا ولیمہ سب سے بڑا شاندار تھا اور ہمارے پاس سب سے زیادہ مہمان آئے تھے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ ایک مسنون عمل ہے جس کو غیر مسنون طریقے سے کرنے کی بہت بڑی کوشش کی جاتی ہے۔

ولیمہ کی شرعی حیثیت:

ولیمہ کے متعلق حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں:

"ولیمہ کرنا ایک مسنون عمل ہے اور اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بلا تکلف وہ بلا تفاخر اختصار کے ساتھ جس قدر میسر ہو جائے اپنے خاص لوگوں کو کھلا دینا۔ ولیمہ کرنے کی حدود اسلام نے متعین کر دی ہیں کہ غریبوں کو کھلایا جائے، حسب طاقت یعنی اپنی حیثیت کے مطابق انتظام کیا جائے، ریاکاری اور دکھاوے سے بچنا چاہیے، سودی قرض لینے سے گریز کیا جائے، بڑے تکلفات سے بچنا چاہیے اور خالصتا لوجہ اللہ ولیمہ مسنون کرنے کی نیت ہو"۔[39]

ولیمہ کا مستحب وقت وہ ہے جب میاں بیوی ہمبستری کر چکے ہوں کیونکہ ولیمے کا معنٰی اور مفہوم ہی یہ ہے کہ جمع ہونا اور اکٹھے ہونا۔ اس بات کی تائید صحیح بخاری کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے بیان کیا:

"فكنت اعلم الناس بشان الحجاب حين انزل وكان اول ما انزل في متبنى رسول الله بزينب بنت جحش اصبح النبي بها عروسا فدعا القوم فاصابوا من الطعام ثم خرجوا"[40]

(یعنی پردے کے (حکم کے) متعلق میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں کہ کب نازل ہوا۔ سب سے پہلے یہ حکم اس وقت نازل ہوا تھا جب آپ ﷺ حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کے بعد انہیں گھر لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب عروسی کی صبح کی تو لوگوں کو دعوت (ولیمہ) دی۔ لوگوں نے کھانا کھایا اور چلے گئے)۔

ولیمے میں کھانے کا اہتمام حسب توفیق کرنا چاہیے۔ اگر کسی کے لیے یہ میسر ہو کہ وہ گوشت کے ساتھ ولیمہ کرے تو اسے گوشت کے ساتھ ولیمہ کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ:

"اولم ولو بشاة"[41]

(ولیمہ کرو خواہ ایک بکری کے ساتھ)۔

اگر کسی کو اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ گوشت کے ساتھ ولیمہ کر سکے تو اسے بے جا تکلفات میں نہیں پڑنا چاہیے بلکہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے کسی عام کھانے پینے کی چیز یا کوئی مٹھائی شربت وغیرہ کے ساتھ ہی ولیمہ کی دعوت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ:

"ان النبي صلى الله عليه وسلم اولم على صفيه بنت بس حيى بسويق وتمر "[42]

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے شادی کے وقت کھجور اور ستو کے ساتھ ولیمہ کیا)۔

ولیمے کی دعوت میں اپنے ساتھ کسی دوسرے آدمیوں کو میزبان کی اجازت اور دعوت کے بغیر لے جانا جائز نہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ:

"ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت میں ایک آدمی ایسے بلا دعوت چلا گیا آپ نے مکان پر پہنچ کر میزبان سے صاف فرمایا کہ یہ ایک آدمی ہمارے ساتھ آگیا ہے اگر تمہاری اجازت ہو تو آئے ورنہ چلا جائے تو میزبان نے اس کے آنے کی اجازت دے دی اور وہ شریک ہو گیا"۔[43]

ولیمے کے اندر بڑے آدمیوں کے ساتھ ساتھ غریبوں کو بھی ضرور مدعو کیا جائے۔

اس کے متعلق ایک حدیث پاک آتی ہے کہ.:

"عن ابى هريره قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شر الطعام طعام الوليمه يدعى لها الاغنياء ويترك الفقراء ومن ترك الدعوه فقد عصى الله ورسوله"[44]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بد ترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے جس میں دولت مندوں کو تو مدعو کیا گیا ہو اور غریبوں کو چھوڑ دیا گیا ہو اور جس شخص نے ولیمے کی دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول اللہ کی نافرمانی کی)۔

حوالہ جات:

[1] افریقی، ابن منظور، لسان العرب، بیروت، دار صادر، طبع اول، ج12، ص241

[2] ایضا

[3] ایضا

[4] ایضا

[5] فیروز الدین، مولوی، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، طبع سوم، 1983ع، ص646

[6] گستاؤلی بان، ڈاکٹر، تمدن ہند، (مترجم) سید علی بلگرامی، لاہور، مقبول اکیڈمی، 1962، ص48-47

[7] سندیلوی، محمد اسحاق مولانا، اسلام کا سیاسی نظام، مطبع معارف، 1957، ص32

[8] شہید، شاہ محمد اسماعیل، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، لاہور، امجد اکیڈمی اردو بازار، ص 38-39

[9] بلوچ، نبی بخش خان ڈاکٹر، رسموں رواجء سنوں سات، سندھی ادبی بورڈ، طبع چہارم، 2013، ص 36

[10] ابن عابدین محمد امین، ردالمحتار مع الدر المختار، ج 2، ص 344، مکتبہ سعید، کراچی

[11] رسموں رواجء سنوں سات، ص 44

[12] المفتی، محمد عبیداللہ، اشرف الفتاویٰ، ص 59، معھد ام القریٰ، لاھور

[13] طاہر زادو، ولی محمد طاہر، سندھ جو لوک ثقافتی ورثو، سندھی ادبی بورڈ، طبع اول، 2007، ص 114

[14] خانپوری، احمد صاحب مفتی، منگنی، شادی کے متعلق پیش آنے والے مسائل کا حل، جامعہ دار الاحسان، سونگڈھ، نواپور، ص 12

[15] تھانوی، اشرف علی، مولانا، اسلامی شادی، توصیف پبلیکیشنز، اردو بازار، لاہور، ص 184

[16] رسموں رواجء سنوں سات، ص 59

[17] سورہ لقمٰن: 6

[18] رسموں رواجء سنوں سات، ص 67

[19] ایضا

[20] محمود، گلریز، دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج اور پاکستانی معاشرہ، معراج الدین پرنٹرز، لاہور، 2013، ص 204

[21] رسموں رواجء سنوں سات، ص 83

[22] ردالمحتار مع الدر المختار، ج 6، ص 359

[23] رسموں رواجء سنوں سات، ص 86

[24] دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج اور پاکستانی معاشرہ، ص 204

[25] دھلوی، محمد کفایۃ اللہ، کفایت المفتی، ج 9، ص 86، دار الاشاعت کراچی، 2001ع

[26] دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج اور پاکستانی معاشرہ، ص 204

[27] ظفر، محمود احمد، حکیم، اسلام کا معاشرتی نظام، ص 12

[28] جالندھری، خیر محمد، مولانا، خیر الفتاویٰ، ج 1، ص 567، مکتبہ امدادیہ، ملتان،

[29] ابو داود، سلیمان بن اشعث، امام، سنن ابو داود، ج 2، ص 203، کتاب اللباس، رقم: 4031، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

[30] اسلامی شادی، ص 343

[31] محمود، گلریز، دورِ نبوت میں شادی بیاہ کے رسم و رواج اور پاکستانی معاشرہ، ص 207

[32] لدھیانوی، محمد یوسف، مولانا، آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج 6، ص 73، مکتبہ لدھیانوی، کراچی، 2011ع

[33] ردالمحتار مع الدر المختار، ج 3، ص 156

[34] سورہ یوسف: 59

[35] البخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسمٰعیل، صحیح بخاری، ج 1، ص 505، کتاب الجھاد، رقم: 2843، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

[36] سابق، سید، فقہ السنۃ، ج2، ص167، طبع اول، بیروت، لبنان

[37] العسقلانی، احمد بن علی، ابن حجر، فتح الباری، ج9، ص286، کتاب النکاح، باب الولیمہ، دار نشر الکتب الاسلامیۃ، لاہور، 1981

[38] ایضا

[39] اسلامی شادی، ص359

[40] صحیح بخاری، ج2، ص282، کتاب النکاح، باب الولیمۃ حق، رقم: 5166

[41] ایضا

[42] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، امام، جامع ترمذی، ج1، ص335، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الولیمہ، رقم: 1065 مکتبہ رحمانیہ، لاہور

[43] مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، ج2، ص161، کتاب النکاح، باب الاجابۃ الداعی الیٰ دعوۃ، رقم: 3545، مکتبہ رحمانیہ، لاہور

[44] سنن ابوداود، ج2، ص169، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی اجابۃ الدعوۃ، رقم: 3742

References

[1] Afrika, Ibn Manzoor, Lasan al-Arab, Beirut, Dar Sadr, Vol. 12, p. 241
[2] Ibid
[3] Ibid
[4] Ibid
[5] Firoz-ud-Din, Maulvi, Feroz-ul-Laghat, Feroz Sons Limited, Vol. III, 1983, p. 646
[6] Gustavli Ban, Doctor, Tamdan Hind, (translator) Syed Ali Bilgrami, Lahore, Maqbool Academy, 1962, pp. 48-47
[7] Sandelvi, Muhammad Ishaq Maulana, The Political System of Islam, Ma'tabat Ma'arif, 1957, p. 32
[8] Shaheed, Shah Muhammad Ismail, Taqwatul Iman with Tazkir al-Akhwan, Lahore, Amjad Academy Urdu Bazaar, pp. 39-38
[9] Baloch, Nabi Bakhsh Khan Doctor, Customs Sannu Saat, Sindhi Literary Board, Volume IV, 2013, p. 36
[10] Ibn Abidin Muhammad Amin, Radd al-Muhtarma al-Dar al-Mukhtar, vol. 2, p. 344, Maktaba Saeed, Karachi
[11] Customs Sunan 7, p. 44
[12] Al-Mufti, Muhammad Ubaidullah, Ashraf al-Fataawa, p. 59, Muhad Umm al-Qura, Lahore
[13] Tahirzado, Wali Muhammad Tahir, Sindh Jo Lok Cultural Heritage, Sindhi Literary Board, First Edition, 2007, p. 114
[14] Khanpuri, Ahmad Sahib Mufti, Engagement, Resolving Problems Related to Marriage, Jamia Darul Ihsan, Songdha, Navapur, p. 12
[15] Thanvi, Ashraf Ali, Maulana, Islami Shadi, Tauseef Publications, Urdu Bazaar, Lahore, p. 184
[16] Customs Of Sunan 7, p. 59
[17] Surah Al-Qamaan: 6
[18] Rituals of Sunan 7, p. 67
[19] Ibid.
[20] Mahmood, Gulrez, Marriage Customs and Pakistani Society in the Prophethood Era, Merajuddin Printers, Lahore, 2013, p. 204
[21] Customs Of Sunan 7, p. 83
[22] Radd al-Muhtarma al-Dar al-Mukhtar, vol. 6, p. 359
[23] Customs Of Sunan 7, p. 86
[24] Marriage Customs and Pakistani Society in the Prophethood Period, p. 204
[25] Dhalawi, Muhammad Kifayatullah, Kifayat-ul-Mufti, vol. 9, p. 86, Dar-ul-Pasat, Karachi, 2001

[26] Marriage Customs and Pakistani Society in the Prophethood Period, p. 204
[27] Zafar, Mahmood Ahmad, Hakeem, The Social System of Islam, p. 12
[28] Jalandhari, Khair Muhammad, Maulana, Khair al-Fataawa, vol. 1, p. 567, Maktaba Imdadiyya, Multan,
[29] Abu Dawood, Suleiman ibn Ash'ath, Imam, Sunan Abu Dawood, vol. 2, p. 203, Kitab al-Bas, Vol. 4031, Maktaba Rahmaniyya, Lahore
[30] Islamic Marriage, p. 343
[31]Mahmood, Gulrez, Marriage Customs and Pakistani Society in the Prophethood, p. 207
[32] Ludhianvi, Muhammad Yusuf, Maulana, Your Problems and Their Solutions, Vol. 6, p. 73, Maktaba Ludhianvi, Karachi, 2011
[33] Radd al-Muhtarma al-Dar al-Mukhtar, vol. 3, p. 156
[34] Surah Yusuf: 59
[35] Al-Bukhaari, Abu Abdullah, Muhammad bin Isma'il, Sahih Al-Bukhari, vol. 1, p. 505, Kitab-e-Jhalad, 2843, Maktaba Rahmania, Lahore
[36] . Al-Sayyid, Fiqh al-Sunnah, vol. 2, p. 167, Vol. 1, Beirut, Lebanon
[37] Al-Asqalani, Ahmad b. 'Ali, Ibn Hajar, Fath al-Bari, vol. 9, p. 286, Kitab-ul-Nikah, Bab al-Wilama, Dar Nashr-ul-Kutub al-Islamiyyah, Lahore, 1981
[38] Ibid.
[39] Islamic Marriage, p. 359
[40] Sahih Al-Bukhaari, Vol. 2, p. 282, Kitab-ul-Nikah, Bab-ul-Walima Haq, Vol. 5, p. 5166
[41] Ibid.
[42] Tirmidhi, Abu Isa Muhammad bin Isa, Imam, Jami Tirmidhi, Vol. 1, p. 335, Kitab-ul-Nikah, Bab Maja fi al-Walimah, No. 1065 Maktaba Rahmania, Lahore
[43] Muslim, Abu al-Husayn Muslim bin Hajjaj, Sahih Muslim, Vol. 2, p. 161, Kitab-ul-Nikah , Bab-ul-Ajaba al-Da'i al-Dawa, Vol. 3545, Maktaba Rahmania, Lahore
[44] Sunan Abu Dawud, vol. 2, p. 169, Kitab al-Atama, Bab Ma Ja'a fi Ajaba al-Dawa, Vol. 3, p. 3742